حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ

اور دیگر اکابر پر بہتانات اور اُن کا

تحقیقی جائزہ

مُرتّبہ

مولانا محمّد یحییٰ شرقپوری

شائع کردہ

جمعیّت اہلحدیث شرقپور

نام کتاب	شاہ اسماعیل شہید اور اکابرین امت پر بہتانات کا تحقیقی جائزہ
مصنف	مولانا محمد یحییٰ شرق پوری
ناشر	مولانا محمد یحییٰ شرق پوری
مطبع	فائن پرنٹنگ ایجنسی لاہور
طبع اول	جولائی ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

چند دن کی بات ہے کہ قصبہ شرق پور میں ایک نہایت اشتعال انگیز اور نفرت افزاء تحریر لائی گئی جو بالکل جھوٹے اور ناپاک بہتانوں پر مشتمل ہے اس تحریر کی فوٹو کاپی کروا کر یہاں کے چند افراد نے دیواروں پر بھی چسپاں کی اور بازار میں بھی تقسیم کی۔ یاد رہے یہ تحریر سنی تحریک لاہور کے دفتر سے لائی گئی تھی۔

ان نادان افراد کو فرقہ پرستی کی تاریکی اس قدر اندھا کر چکی ہے کہ انہیں یہ بھی نظر نہیں آتا کہ اس وقت ہم اندرون ملک بیرون ملک (بلکہ پورا عالم اسلام) دشمن طاقتوں کی انتہائی گھناؤنی اور تباہ کن سازشوں کے نتیجہ میں کن کن پریشانیوں میں گرفتار ہیں اور ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق اور یگانگت قائم رکھنے کی کتنی شدید ضرورت ہے لیکن ایسے لوگوں کو وقت کے تقاضوں اور ملک و ملت کی فلاح و بہبود سے کیا دلچسپی۔ انہیں تو فی سبیل الشیطان فساد بپا کرنے سے ہی لذت آتی ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی پار ہو یا درمیاں رہے

قصبہ شرق پور کی فضا عرصہ سے سکون و اطمینان اور باہمی احترام و رواداری کی وجہ سے مثالی رہی ہے مسلکی اور فروعی اختلافات کو کبھی بھی اس نکتہ پر نہیں آنے دیا گیا کہ عوام میں انتشار' منافرت اور مایوسی پھیل جائے چنانچہ دونوں بڑے مذہبی گروہوں میں تعاون جاری رہا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ ہم نے ہمیشہ اپنے فیصلے رواداری اور تعاون کو قائم رکھنے کے لئے اور شرق پور میں امن و امان کو بہتر بنانے کی خاطر کئے ہیں' الیکشن ۹۳ء والا ہمارا فیصلہ ہماری اس سوچ کا مظہر ہے۔ یہ کوتاہ فہم لوگ بزعم خویش اپنے فرقہ کی برتری اسی میں سمجھتے ہیں کہ ان مسلمانوں کو بدنام کریں جو شرک و بدعت اور خود ساختہ رسومات سے اپنے

دین کو اسی طرح پاک رکھنا چاہتے ہیں جس طرح اس دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی بناوٹوں سے پاک اور انتہائی سادہ' تابناک صورت میں امت کو عطا فرما گئے تھے۔ یہ برخود غلط لوگ ان مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پروپگنڈہ کرنا اور ان کی طرف ان ہوئی باتوں کو منسوب کرنا اپنے خیال میں دین کی خدمت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

کذلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی انہیں کی سی باتیں کرتے تھے۔

اندریں صورت حال میں نے مناسب سمجھا کہ حقائق سے بالکل بے خبراور سادہ دل عوام کے سامنے اصل حقیقت واضح کر دی جائے چنانچہ بادل ناخواستہ اس مضمون کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ پاکستان بھر میں بالعموم اور شرق پور کے بالخصوص سلیم الطبع اور متناسب و متوازن سوچ رکھنے والے اصحاب ہماری اس تحریر کو اسی تناظر میں دیکھیں گے اور فرقہ ورانہ ہم آہنگی اور مسلکی تعاون و محبت کے خواہش مند حضرات جھوٹے پروپگنڈے کی بنا پر شروع ہونے والی منافرت کو آغاز سے ہی ختم کر دینے کی ہماری یہ کوشش تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

لیھلک من ھلک عن بینتہ ویحیی من حی عن بینتہ زندہ بادلیل زندہ رہے ہلاک ہونے والا حجت قائم ہونے کے بعد ہلاکت میں گرے۔

ہم اصل بات شروع کرنے سے پہلے قدیم اور جدید انسانی جاہلیت کی عادت مستمرہ ملاحظہ کرتے ہیں چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حق و باطل اور توحید و شرک کے مابین تصادم حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا بحوالہ بخاری شریف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ وہ قوم رجال الصالحین کے مجسمے اور بنے ہوئے بت پوجتی تھی جب حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو شرک سے پاک خالص توحید کی دعوت دی تو قوم نے ان کو معاذ اللہ صریح گمراہ پاگل اور اقتدار کا بھوکا قرار دے کر اپنی سوسائٹی میں سخت پریشان اور بدنام کیا۔

پھر اپنے وقت کی مسلمان قوم یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا مدعی نبوت کہہ کر واجب القتل قرار دیا اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ پر زنا تک کی تہمت لگائی اور ان کے خلاف ایسا جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جس کو سن کر شرافت لرزہ براندام ہوتی ہے پھر ان برگزیدہ ہستیوں کے بعد قوم قریش نے جو ملت ابراہیمی کے پیرو کار ہونے کی دعویدار اور اپنے بچوں کے نام سعد' سعید' عبداللہ اور عبدالرحمٰن رکھا کرتی تھی اور شعائر ابراہیمی نکاح و ختنہ وغیرہ کی پابند تھی۔ تاج نبوت کے آخری تاجدار اولاد آدم کے دو جہان میں سردار' حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کیا افتراء پردازیاں' الزام تراشیاں اور بہتان بازیاں کرتی رہی۔ قوم نے معاذ اللہ آپ کو جادوگر' جھوٹا' دیوانہ اور اقتدار کا حریص ایسے رسوا کن ناموں کے ساتھ موسوم کیا حالانکہ یہی قوم خالص توحید کی دعوت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے حضور انورؐ کو صادق امین جیسے بلند القاب اور اعلیٰ صفات کے ساتھ یاد کرتی تھی پھر آپ کی قوم کی مزاحمت' ستم گری اور جفا کاری اس انتہا کو پہنچی کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔

پھر امت میں یہ عادت مسلسل جاری و ساری رہی ہے اور ہمیشہ اہل حق کو بدنام کیا گیا ہے چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی طبقات شافعیہ میں لکھتے ہیں کہ۔

مامن امام الا قد طعن فیہ الطاعنون وھلک فیہ ھالکون	کوئی امام ایسا نہیں ہے کہ زبان درازوں نے اس کے حق میں زبان درازی نہ کی ہو اور تباہ ہونے والے اس کے بارہ میں ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

بالخصوص اللہ کے جس نیک بندہ نے لوگوں کی خواہشات اور وقت کی رواج یافتہ بدعات کے خلاف آواز اٹھائی اسی وقت وہ ان کی بہتان طرازیوں کا نشانہ بن گیا کہ الامان والحفیظ' چنانچہ ایک ایسا امام جس نے اسلامی لٹریچر میں دو عظیم کتابیں تصنیف فرما کر حمایت سنت اور رد بدعت کا حق ادا کر دیا ہے وہ دو کتابیں علامہ اسحاق شاطبی کی "الاعتصام" اور "الموافقات" ہیں علامہ موصوف کی یہ کتابیں دیکھ کر بڑے بڑے

کبار علماء پکار اٹھے۔

لم یسبق الی مثلہ سابق وھو من اعظم المجددین فی الاسلام

وہ اس باب میں سب سے سبقت لے گئے ہیں اور وہ تاریخ اسلام کا عظیم ترین مجدد ہے۔ (تعریف کتاب الاعتصام ص ۴)

اس عظیم مجدد نے اس کتاب کے ابتدائیہ میں اپنی آپ بیتی لکھی ہے فرماتے ہیں کہ "جب میں نے سنت کی ترویج و حمایت اور بدعت کی تردید و مخالفت میں اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو ابنائے زمانہ نے مجھ پر ایک قیامت برپا کر دی مجھ پر ملامتوں کی بارش اور عتاب کی بوچھاڑ شروع ہو گئی مجھے گمراہ بدمذہب کہا جانے لگا مجھے جاہل اور احمق بتایا گیا اور بسا اوقات میرے نیک مقاصد کے خلاف ایسی ایسی افتراء پردازیاں کی گئیں جن کے ذکر سے دل لرز جاتا ہے۔" (کتاب الاعتصام ص ۲۷، ۲۸)

اس طرح آج ہماری آنکھوں کے سامنے عیسائی مسلمانوں کو عیسیٰ علیہ السلام کا منکر اور دشمن قرار دیتے ہیں اور رافضی اہل سنت کو اہل بیت کا منکر بلکہ دشمن کہا کرتے ہیں الغرض آج کے بزعم خویش خوش عقیدہ لوگوں کی یہ روش کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

اب ہم وہ ناپاک بہتان اور اصل حقیقت ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ سچ جھوٹ نکھر کر سامنے آجائے چنانچہ ترتیب وار ملاحظہ ہوں۔

پہلا بہتان

"غیب کی باتوں کا علم جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویسا علم زید، عمر، بچوں اور پاگلوں کو بلکہ تمام جانوروں کو بھی ہے"

اصل حقیقت: یہ الزام مولانا اشرف علی تھانوی پر لگایا گیا ہے اور ان کی حفظ الایمان کتاب کی عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹا کر اس بہتان کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

امت کے سلف خلف اس بات پر متفق ہیں کہ صرف رب کائنات کی ہی ذات عالی

ہے جس کو آسمانوں اور زمین کی پوری مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا کلی علم ذاتی حیثیت اور محیط کیفیت کے ساتھ حاصل ہے اس لئے عالم الغیب لفظ کا اطلاق صرف اسی کے لئے مخصوص ہے اس کے سوا دوسری کسی بھی ذات کے لئے روا نہیں ہے جیساکہ شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

"علم غیب خاصہ خداوند است" حصہ اول اس چیز کو قرآن عزیز نے اس وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

"عالم الغیب لا یعذب عنہ مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین"

عالم الغیب میرے رب کی ذات ہے آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے نہ ذرہ سے چھوٹی چیز اور نہ بڑی' کوئی اس سے غائب نہیں ہے۔ (سورۃ سباء آیت ۳)

اس حقیقت کے بعد واضح ہو کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں لکھا تھا کہ اللہ کے سوا جتنی مخلوق ہے اس میں کوئی بھی فرد ذاتی علم کی صفت نہیں رکھتا جس کو جتنا بھی علم نصیب ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا اور بخشا ہوا ہے مخلوق کے اندر باہم اس علم میں خواہ کتنا فرق و تفاوت ہو لیکن ہے وہ سب خالق حقیقی کا بخشا ہوا۔ مولانا مرحوم نے لکھا علم عطائی اور خدا سے ملے ہوئے علم والی شخصیت پر عالم الغیب کا اطلاق تسلیم کیا جائے تو ایسا علم (یعنی عطا کیا اور بخشا ہوا) زید عمر بچوں وغرہ سب کو نصیب ہے خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو اور عطائی علم والے پر اطلاق (عالم الغیب) سے لازم آتا ہے کہ ادنیٰ آدمی بلکہ معمولی اور حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تعریف نہیں نکلتی بلکہ الٹی حقیر مخلوق سے تشبیہ لازم آتی ہے جو سراسر باطل اور ظلم عظیم ہے مولانا تھانوی تشبیہ کا ابطال اور رد کر رہے ہیں لیکن بدباطن اعداء ان کی اسی عبارت میں زید بکر جیسا علم ثابت کر کے تشبیہ کا بہتان لگا رہے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حالانکہ مولانا تھانوی مرحوم نے پوری صفائی اور وضاحت کے ساتھ اس الزام سے اپنی برات بیان کر دی تھی "جو شخص ایسا عقیدہ رکھے یا بلا اعتقاد صراحتا" یا اشارتا" یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم معاذاللہ زید بکر کے برابر ہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے سرور عالم فخربنی آدم کی" مگر یہ غالی آج تک اس غلیظ تہمت کی اشاعت کرتے آرہے ہیں۔

قریب ہے یارو روز محشر
چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر
لہو پکارے گا آستین کا

دوسرا بہتان

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

سبحانک ھذا بہتان عظیم!

مولانا قاسم نانوتوی مرحوم پر یہ بہتان اتنا کھلا جھوٹ ہے جتنا کہ یہ جھوٹ ہے کہ سورج سیاہ ہے اس لئے کہ مولانا مرحوم نے "تحذیر الناس" نامی کتاب لکھی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے تھی۔ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے دلائل بیان کئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے آخر میں تشریف لائے لہذا زمانہ کے لحاظ سے آپ آخری نبی اور خاتم النبین ہیں اور اسی طرح آپ نے مرتبہ اتنا بلند پایا ہے کہ تمام انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام آپ سے فروتر اور آپ کے امتی کی حیثیت سے ہیں۔ بنابریں بفرض محال آپ کی موجودگی میں کوئی نبی ہو تو آپ خاتم الانبیاء ہی رہیں گے اور اس نبی کا ہونا آپ کی خاتمیت پر کوئی نقص نہیں ڈالے گا چنانچہ مولانا تحذیر الناس صفحہ ۱۱ پر

اس چیز کو یوں بیان کرتے ہیں

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلته هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی (ترجمہ= حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا تو میرے بعد مدینہ میں اسی طرح نائب ہے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام قائم مقام تھے لیکن یاد رکھئے میرے بعد کوئی نبی نہیں) جو بنظر ظاہر لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے"۔۔۔ اس عبارت میں مولانا مرحوم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں پیش کی ہیں۔

۱۔ قران عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیا ہے اس سے ختم نبوت زمانی اور مرتبی دونوں مراد لی جائیں تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن عزیز سے بدلالت مطابقتی ثابت ہو گا۔

۲۔ لفظ یعنی خاتم النبیین سے صرف خاتمیت مرتبی مراد ہو لیکن چونکہ اس کے لئے خاتمیت زمانی عقلاً لازم ہے تو اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت بطور التزام لازم ہو گی۔

۳۔ احادیث متواترۃ المعنی سے آپ کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے۔

۴۔ امت محمدیہ علیہا الصلوۃ والسلام کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

اتنی وضاحت کرنے کے بعد مولانا لکھتے ہیں "جو بدمذہب ختم نبوت کا انکار کرے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر ہے" پھر "مناظرہ عجیبہ" صفحہ نمبر ۱۰۳ پہ رقمطراز ہیں۔

اپنا دین ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نبی کے ہونے کا احتمال ہی نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔"

(الغرض ان کی مراد یہ ہے کہ قرآن عزیز کے لفظ خاتم النبیین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو خاتمیت ثابت ہوتی ہے وہ صرف زمانی ہی نہیں بلکہ بطور اشتراک یا عموم مجاز خاتمیت مرتبی بھی اس کے مدلول میں داخل ہے۔ وہ خود "تحذیر الناس" صفحہ نمبر ۱۴ پر خاتمیت مرتبی کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی نبی ہو جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے) اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ آفتاب عالمتاب جو چمک و ضیاء میں ہر روشن چیز سے بلند مرتبہ ہے آفتاب کی موجودگی میں کوئی بھی روشن چیز ماند اور معدوم ہو گی بالکل اسی طرح آفتاب ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کے طلوع ہو جانے کے بعد ہر قمر و کوکب آفتاب کے سامنے ماند و معدوم ہو گا۔

تیسرا بہتان

نوٹ: حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف سے جتنا دفاع اور ان پر لگائے گئے الزامات کے جوابات جتنے مدلل اور حقائق پر مبنی حضرت منظور نعمانی دامت برکاتہم العالیہ نے رقم فرمائے ہیں انہیں پڑھ کر ہر انصاف پسند مولانا کو دعائیں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر اجر عظیم عطا فرمائے' آمین

اس جواب میں زیادہ تر ان کے افادات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (مولف)

"نماز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا خیال گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے بھی برا ہے۔"

اصل حقیقت بیان کرنے سے پہلے چند باتیں بطور تمہید ذہن نشین کر لینا ضروری ہیں۔

۱۔ یہ معلوم کرنا لازمی ہے کہ "صراط مستقیم" شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے مرشد سید احمد شہیدؒ کے بلند پایہ اور ایمان افروز ملفوظات کا ایک مجموعہ ہے ان ملفوظات کو کتابی شکل میں ترتیب دینے والے دو بزرگ ہیں اول اسمٰعیل شہیدؒ دوم سید عبدالحیؒ' دیباچہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔

۲۔ اس مجموعہ ملفوظات میں کل چار باب ہیں باب اول و چہارم کو شاہ شہیدؒ نے ترتیب دیا اور باب دوم و سوم سید عبدالحیؒ داماد شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مرتبہ

ہیں جس باب میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے شاہ شہیدؒ کی تصنیف تو کجا اس میں ان کے نقل کرنے کو بھی دخل نہیں ہے۔ دیباچہ کتاب میں شاہ شہیدؒ رقمطراز ہیں

در اثنائے تحریر ایں کتاب قدوہ فضلائے زمان زبدہ علمائے دوران مولانا عبدالحئی ادام اللہ برکاتہ کہ درسلک ملازماں آن عالی جناب و باریافتگان حضور آن والا القاب منسلک بودند۔ پارہ از مضامین ہدایت آگیں را کہ از زبان غیب ترجمان حضرت ایشان شنیدہ درآں اوراق تحریر کردہ بود فائز گردید پس آں اوراق را غنیمت باردہ فہمیدہ باب ثانی و ثالث ایں کتاب براں کلام ہدایت التیام بعینہ مشتمل ساخت (صراط مستقیم صفحہ ۳'۴)

یعنی اسی کتاب کی ترتیب کے موقع پر اس وقت کے فاضل ترین اور اس دور کے کبار علماء کے قائد مولانا عبدالحئیؒ جو عالی جناب والدالقاب (سید احمد شہیدؒ) کے رفقاء میں سے تھے۔ علامہ موصوف نے یہ ہدایت و ارشاد کے مضامین الہامی زبان سے سن کر اوراق پر تحریر کئے تھے ان اوراق کو غنیمت جان کر کتاب کے باب ثانی و ثالث میں جوں کے توں شامل کر دیا۔

(اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ "صراط مستقیم" کا دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحئیؒ نے ترتیب دیا ہے یاد رہے جس عبارت کو بگاڑ بگاڑ کر یہ بہتان بنایا گیا ہے وہ باب دوم ہی کی عبارت ہے لیکن فتنہ انگیز مفتریوں کی شاہ شہید سے عداوت دیکھئے کہ یہ ظالم بہتان بندی کے وقت مولانا عبدالحئی کا نام تک نہیں لیتے بلکہ یہ ساری غلاظت بے گناہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر اچھالتے ہیں)

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم

۳۔ "صراط مستقیم" بڑی شاہکار کتاب ہے اور اس کا موضوع تصوف اور تزکیہ نفس ہے جو صوفیاء کرام کی اصطلاحات کی روشنی میں لکھی گئی۔ خاص کر عارف باللہ سیدنا شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی اصطلاحات کے مطابق مضامین کو ادا کیا گیا ہے چنانچہ صفحہ نمبر ۴ پر یہ تصریح موجود ہے۔

۴۔ لفظ "ہمت" (صوفیا کی ایک خاص اصطلاح ہے ان کے معمولات میں اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کو تمام خیالات و خطرات سے خالی کر کے کسی ایک طرف لگا دینا حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ روحہ نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں "ہمت" کی ان الفاظ میں تشریح کی ہے)

الھمتہ عبارۃ عن اجتماع الخاطر وتاکد العزیمتہ بصورۃ التمنی والطلب بحیث لا یخطر فی القلب خاطر سوا ھذا المراد کطلب العطشان الماء

یعنی ہمت کا معنی یہ ہے کہ چاہت اور طلب کی شکل میں دل کو یکسو اور قصد کو مضبوط کرنا اس طریقہ پر کہ اس وقت دل میں سوائے اس مطلوب کے کسی کا خیال بھی نہ آئے جس طرح پیاسے کو سخت پیاس کے وقت صرف پانی کی طلب ہوتی ہے۔

۵۔ کبھی اس ہمت کا تعلق استفادہ باطنی کی غرض سے اپنے شیخ طریقت یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم کیا جاتا ہے اس وقت دل کو تمام اچھے یا برے خیالات سے فارغ و خالی کر کے اسی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس وقت دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال بھی نہیں ہوتا اسی کا نام اہل تصوف کی خاص اصطلاح میں "شغل رابطہ" بھی ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ روحہ' نے صوفیا کے اس شغل کی ان کے معمولات کے مطابق صرف ترجمانی ہی فرمائی ہے۔ اگر شیخ سامنے موجود ہو تو اس طرح کرتے ہیں:

"فانہ اصبح خلی نفسہ من کل شئی الا محبتہ و ینظر لما یفیض منہ ویفیض علیہ وینظر بین عینی الشیخ فاذا افاض شئی فلیتبعہ بمجامع قلبہ والمحافظ علیہ واذا غاب الشیخ عنہ

یعنی اپنے دل کو سوائے محبت شیخ کے ہر چیز سے خالی کرے اور اس کی طرف سے فیض کا منتظر رہے اور اپنی آنکھیں بند کرے پھر شیخ کی آنکھوں کے مابین ٹکٹکی لگائے رہے پھر جب شیخ کی طرف

يخيل صورته بين عينيه بوصف المحبته والتعظيم فتفيد صورته ماتفيد صحبته" (القول الجميل)

سے کچھ فیض آئے تو پوری جمعیت خاطر سے اس کے پیچھے پڑ جائے اور اس کی محافظت کرے اور اس وقت اگر مرشد موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو محبت و عظمت کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے خیال کرے پھر اس کی یہ خیالی صورت ہی فیض پہنچائے گی جیسا کہ اس کی صحبت پہنچاتی ہے۔

(حضرت شاہ ولی اللہ کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ شغل رابطہ کے وقت دل کو تمام خیالات و تصورات سے خالی و یکسو کر کے اپنی توجہ صرف اسی طرف مرکوز کرنا ہوتی ہے جس سے رابطہ مقصود ہو مثلاً اگر اپنے مرشد سے استفادہ مطلوب ہے تو بس اسی پر توجہ مرکوز کی جائے گی اگر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے رابطہ مقصود ہو تو آپ ہی کو توجہ کا مرکز بنایا جائے گا پھر اس وقت کسی دوسرے خیال کی دل میں رسائی اور قرار نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ جنت' دوزخ' عرش کرسی بلکہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی اس وقت دھیان نہ ہو گا اس شغل کو "شغل برزخ" بھی کہتے ہیں۔ اس کی یہ حقیقت اسی صراط مستقیم میں یوں بیان کی گئی ہے)

تصویر شغل مذکور ایں است کہ برائے دفع خطرات و جمعیت ہمت صورت شیخ راکما ینبغی بہ تعین و تشخیص درخیال حاضر می کنند و خود باادب و تعظیم بسیار روبرو شیخ نشستہ اند و دل بالکل بان متوجہ می سازند (صراط مستقیم ص نمبر ۱۱۸)

شغل برزخ کی صورت یہ ہے کہ خطرات کے دفع کرنے اور کامل یکسوئی پیدا کرنے کے لئے شیخ کی صورت کو پوری تعیین کے ساتھ اپنے خیال میں حاضر کرتے ہیں پھر کامل ادب و تعظیم کے ساتھ اپنی پوری توجہ کو اس صورت کی طرف مبذول کر دیتے ہیں پھر یہ سماں ہوتا ہے کہ گویا بڑے ادب

و تعظیم سے خود شیخ کے سامنے بیٹھے ہیں
اور دل کو بالکل اسی طرف متوجہ کئے
ہوئے ہیں۔

قارئین کرام! ایک بات ذہن میں رہے یہ تمام اشغال عجمی صوفیاء نے دیگر مذاہب اور ان کے فلسفہ جات سے متاثر ہو کر خود اپنے لئے بھی اختیار کئے اور ان کو اپنے سلسلہ جات میں جاری و ساری بھی کئے رکھا۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ رحمہ نے ان کو صرف نقل کیا ہے اور انہی صوفیاء کے منہج کی ان کے طریقہ پر توضیح و تشریح بیان فرمائی ہے رہا حضرت شیخ کا اپنا مسلک تو ان کا مسلک وہی ہے جو انہوں نے اپنی مستند تصنیفات مثلاً حجتہ البالغہ' ازالتہ الخفاء اور البلاغ المبین ایسی بلند پایہ کتابوں میں پوری صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے ان سے قبل شیخ العرب والعجم شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ نے ان اشغال کے خلاف قلمی جہاد کیا تھا اور اسی "صراط مستقیم" میں بھی ان کی قباحتیں بیان کی گئی ہیں۔ اسی بارہ میں حکیم مشرق ڈاکٹر اقبالؒ نے کہا تھا۔

تصوف تمدن شریعت کلام
بتان عجم کے پجاری تمام

(بہرحال جن صوفیوں میں ان کا رواج رہا ان کے یہاں بھی ان مشاغل کا محل نماز میں نہیں ہے بلکہ اس قسم کے اشغال نماز اور واجب وظائف سے فارغ اوقات میں کئے جاتے ہیں)

ان چیزوں کو ذہن نشین کر لینے کے بعد دیکھیے کہ صراط مستقیم میں اسی شغل رابطہ' شغل برزخ اور صرف ہمت کے متعلق لکھا گیا ہے کہ نماز میں یہ شغل کرنا اس سے برا ہے کہ آدمی کو دوسری دنیوی چیزوں کے وساوس آئیں اور وہ ان میں ڈوب جائے اس لئے کہ اول تو یہ وساوس اختیاری نہیں ہوتے پھر انسان کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی بلکہ دل میں ان کی حقارت ہوتی ہے نمازی کو جب احساس ہوتا ہے ان کو اپنے دل سے نکال دیتا ہے اس کے بالکل برعکس شغل رابطہ شغل برزخ اور صرف ہمت ان میں دل کی پوری توجہ ہر طرف سے ہٹا کر بقول ان کے اللہ سے بھی ہٹا کر

اپنے مرشد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی متوجہ کرنا ہوتا ہے بلکہ یہ تصور باندھا جاتا ہے کہ افادہ رساں ہستی میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں ان کے حضور باادب و تعظیم حاضر ہوں۔ غور کیجئے اس قسم کا تصور مقصد نماز کو بالکل ختم نہیں کر دیتا؟ سید الاولین والاخرین ہمارے رہبر کامل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ عبادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اس طرح متوجہ ہو کر خدا کی عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا غور سے پڑھئے اور اندازہ کیجئے کہ ہمارا مالک و خالق رب ذوالجلال اپنے بندے سے کس کیفیت والی عبادت پسند کرتا ہے۔ چنانچہ آفتاب ہدایت فداہ ابی وامی و روحی و جسدی نے وہ کیفیت مندرجہ بالا الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

یعنی آدمی نماز کے وقت پوری کوشش کرے کہ اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ رہے اور وہ جو اپنی زبان سے کہہ رہا ہو وہی اپنے دل سے بھی عرض کرے اور غیر متعلق چیزوں اور وساوس سے پرہیز کرے اس کے حصول کا طریقہ کمال خوبی کے ساتھ "صراط مستقیم" میں بیان کیا گیا ہے اور اسی سلسلہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ جب نمازی حالت نماز میں اپنے مرشد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح متوجہ ہو گا تو ظاہر بات ہے کہ اس کے دل میں ان کی پوری عظمت اور محبت بھی ہو گی اور بوجہ اس شغل رابطہ و صرف ہمت میں غیر معمولی دلچسپی بھی ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی توجہ اللہ کی طرف پھیر دے۔ اسی لئے نماز میں صرف ہمت یا شغل رابطہ اور شغل برزخ بہ نسبت دنیوی وساوس کے زیادہ مضر اور برا ہے "صراط مستقیم" میں نبی مکرم فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک آنے یا حسب موقع خیال لانے کو مضر یا منافی نماز کہا گیا ہو بلکہ اسی شغل برزخ کو جس کا دوسرا نام صرف ہمت بھی ہے

بوجہ مذکور حقیر چیزوں کا خیال آنے سے زیادہ مضر کہا گیا ہے البتہ بغیر صرف ہمت صالحین کا انکشاف یا خیال آنا اس کو اسی صراط مستقیم میں اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور کمال نماز کا ثمرہ بتایا گیا ہے۔

قارئین کرام اندازہ لگائیے کہ اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین ولی اللہی ڈاکٹر اقبال کا مرد مومن حامل لوائے توحید و سنت قامع شرک و بدعت فی الارض علی عبادہ حجتہ اللہ شہید فی سبیل اللہ خاندان ولی اللہی کا چشم و چراغ جس کے وقار کا یہ عالم تھا کہ حکومت وقت کے شاہزادے ان کے جوتے سیدھے کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے وہ شخص اللہ کے دین کو سربلند کرنے کی غرض سے جہادی گھوڑوں کی لید اٹھاتے دیکھا گیا اس فنا فی محبت الرسول کو بدنام کرنے کے لئے عبارتوں کو توڑ مروڑ کر سیاق و سباق سے ہٹا کر وہ دجل و فریب اختیار کئے گئے کہ الامان والحفیظ۔

ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے

اندازہ کیجئے کہ لوگ اگروہی ضد و ہٹ دھرمی اور فرقہ ورانہ عصبیت میں مبتلا ہو کر اپنی عاقبت برباد کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔

صراط مستقیم کے باب دوم فصل سوم کی ہدایت ثانیہ در **مخلات** عبادات تفصیلا" و طرق معالجات آں

یعنی دوسری ہدایت عبادتوں کو خراب کرنے والی چیزوں کا تفصیلی ذکر اور ان کے اصلاح و علاج کا بیان ناظرین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں اندازہ ہو سکے کہ ان تعبداللہ کانک تراہ یعنی احسان و نیکی میں اعلیٰ درجہ پیدا کرنے کے لئے ان عاشقان پاک طینت نے کیا کیا موتی بکھیرے ہیں--- نمونہ کے طور پر یہاں چند ایک مقامات کا ذکر کرنا مناسب ہو گا۔

مخل نماز نفس و شیطان ہر دوی شوند نفس بہ ایں طور کہ کسالت میکند و آرام خودی می خواہد و عجلت در ادائے ارکان نماز می نماید

نماز میں نفس اور شیطان دونوں دخل اندازی کرتے ہیں نفس نماز میں سستی پیدا کرتا ہے اور اپنا آرام چاہتا ہے اور ارکان نماز کی ادائیگی میں عجلت

دکھاتا ہے تاکہ یہ خدا کی مطلوب اور شرعی نماز نہ پڑھ پائے اور اس طرح نمازی کے ظاہری و باطنی قواء کی توجہ نماز سے پھیرتا ہے۔

واما شیطان پس وسوسہ می اندازد واقبح وساوس وے سبکی شان صلوۃ و قلت مبالات باں و چنداں کار آمدنی نادانستن آں را ایں وسوسہ جلد تر بکفری رساند واستخفاف وانکار فرضیت پیش می آید و آدمی کافر می گردد۔ وادنائے وسوسہ اش آنکہ از حضور مخاطبہ ومکالمہ و لذت مناجات رب العزت غافل ساز دبایں طریق شمار رکعات یا تسبیحات بخوبی باید دانست مبادا سہو و غلطی واقع شود

شیطان نماز میں وساوس کے ذریعے خلل انداز ہوتا ہے شیطان کا بدترین وسوسہ یہ ہے کہ نماز کوئی بڑی اہم چیز نہیں ہے اس کا یہ وسوسہ آدمی کو بہت جلد کفر تک پہنچا دیتا ہے نماز کے استخفاف اور اس کی فرضیت کے انکار تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور آدمی کافر ہو جاتا ہے اور اس کا چھوٹا وسوسہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی حضوری اور لذت مناجات سے غافل کر کے کسی اور طرف لگا دے مثلاً نمازی کو اس خیال میں لگا دے کہ رکعات نماز اور تسبیحات وغیرہ کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہئے کہیں ان میں غلطی واقع نہ ہو پائے۔

اسی طرح وہ آدمی کو نماز کے اندر کئی اور چیزوں کی طرف لگا دیتا ہے لیکن اس لعین کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ نمازی کو سہو اور غلطی سے بچائے بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کی نماز کامل اور مکمل طور پر ادا نہ ہو پائے الغرض نماز کا یہ حال ہو کہ برزبان تسبیح در دل گاؤ خر۔ گاؤ خر صرف محاورہ ہے جو بھی ماسوائے حضرت حق ہو گاؤ و خر ہے۔

تھوڑا آگے چل کر پھر رقم طراز ہیں۔

طالباں علما ندانند کہ تامل در صیغ وترکیب ازاں قبیل نیست ہیہات ہیہات بلکہ زیادہ تر از خیال گاؤخر مخل صلوۃ است دانشمنداں ناپند ارد کہ فکرو استخراج مسائل غریبہ از قران تکمیل نماز است بلکہ تنقیص است وار باب مکاشفات نہ انگارند کہ توجہ وہم در نماز برزخیت شیخ و تجسس ملاقات ارواح و ملا یکہ تحصیل ہماں نماز است کہ معراج المومنین است نے ایں توجہ ہم شعبہ ایست از شرک گو شرک خفی بلکہ اخفی باشد (صراط مستقیم)

طالب علم حضرات یہ نہ سمجھیں کہ قرآن کریم کے صیغوں اور نحوی تراکیب میں ہمارا غور و فکر کرنا اس قبیل سے نہیں ہے خبردار خبردار وہ تو گاؤخر کے خیالات سے بھی زیادہ مخل نماز ہے علم و تفقہ والے گمان نہ کریں کہ نماز کی حالت میں قرآن عزیز سے مسائل غریبہ کا استخراج نماز کی تکمیل ہے۔ نہیں بلکہ وہ نماز کی تنقیص ہے اور مکاشفات والے خیال نہ کریں کہ نماز کی حالت میں شغل برزخ (بطریق مذکور اپنے مرشد کی صورت کو دل میں جمانا اور ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اسی کو مرکز بنانا) ملائکہ و ارواح صالحین کی ملاقات کی فکر ہی میں لگنا یہ اس نماز کی تحصیل ہے جس کو معراج المومنین بتلایا گیا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ توجہ شرک کا ایک شعبہ ہے۔ گو خفی بلکہ خفی تر ہے۔

(صراط مستقیم کے اس بیان میں نماز کے اندر پیش آنے والے خیالات کی مندرجہ ذیل صورتیں ذکر ہوئیں۔

ا۔ بلا قصد ایسے خیالات آئیں جن کو نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسے کہ عام طور پر خیالات آیا کرتے ہیں۔

۲۔ نمازی رکعات و تسبیحات کے شمار اور متشابہات کے ضبط کی طرف متوجہ ہو جائے۔

۳۔ طالب علم نماز کی حالت میں قرآنی صیغوں اور نحوی تراکیب میں غور کرے۔

۴۔ علماء نماز میں مسائل غریبہ کے استنباط کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

۵۔ صوفیا نماز ہی میں شغل برزخ کرنے لگیں۔

صراط مستقیم میں ان پانچوں صورتوں کو نماز کے لئے مخل بالخصوص آخری صورت کو ایک گونہ شرک بتلایا ہے پھر ایک چھٹی صورت یہ ہے کہ نمازی تو پوری توجہ اور کامل یکسوئی کے ساتھ مخاطبہ حق جل جلالہ میں مشغول و مستغرق ہو لیکن خود بخود حق تعالیٰ کی جانب سے حقائق و فیضان یا انبیاء و اولیاء اور ملا ٹکہ کا سنوح و انکشاف ہو اس کے بارہ میں صاف لکھتے ہیں کہ یہ مخل نماز نہیں بلکہ خداوندی انعام ہے)

اما سنوح وکشف مذکور پس از قبیل خلعتہا فاخرہ است کہ مخلصان مستغرق حضور حق را وخور عنایت ھا می نوازند۔ پس در حق ایشاں کمالے است کہ در موطن مثال مجسم گرویدہ و نماز ایشاں عبادتے است کہ ثمرہ اس بنظر رسیدہ

قصدی طور پر ہمہ تن اس میں منہمک اور بالکل اسی طرف متوجہ ہونا یہ مخلصین کے خلاف کے ہے لیکن اگر بطور فیضان یہ چیزیں حاصل ہوں تو وہ ان عالی انعامات میں ہیں جو ارباب خلوص کو بطور عنایت الٰہی اسی دنیا میں دیئے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! انصاف کی نظر سے ان تصریحات کو پڑھئے اور بدبخت مفتری اور بہتان تراشوں کی معاندانہ ہٹ دھرمی کا اندازہ لگایئے کہ یہ لوگ ناعاقبت اندیشی کی کس انتہا کو پہنچ چکے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ شہیدؒ کے نزدیک نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا بیل اور گدھے کے خیال سے بھی برا ہے اس غلیظ بہتان کی اشاعت و تشہیر کو پڑھ کر کئی سادہ دل عوام اور کئی بے علم ملا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو گالیاں بکتے ہیں اور خالص روحانی معارف اور قرآن و حدیث کے مواد پر

مشتمل "صراط مستقیم" کتاب کو گندی کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

سیعلم الذ ین ظلموا ای منقلب ینقلبون ظالموں کو جلدی معلوم ہو جائے گا کہ ان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔

یاد رہے کہ اسی دنیا میں بے شمار بدنصیب پائے جاتے ہیں۔ جو سید الصدیقین حضرت ابو بکرؓ اور حق کا نشان حضرت فاروق اعظمؓ اور جس کی حیاء آسمانوں پر ممدوح حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰؓ کو گالی دینے والے موجود ہیں لیکن اس ہرزہ سرائی سے ان کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا البتہ ایسے لوگ اس وعید کے یقیناً مستوجب ہو جاتے ہیں جو امام الانبیاء شاہ مدینہ فداہ ابی وامی نے باالفاظ حدیث قدسی یوں ارشاد فرمائی ہے۔

من عادی لی ولیا فقد اذ تہ بالحرب جو میرے ولی سے عداوت کرے وہ میرا دشمن ہے میں اس سے علان جنگ کرتا ہوں۔

ناظرین اب "صراط مستقیم" کی وہ عبارت دیکھئے جس کی بنیاد پر یہ افتراء پردارزی کی جاتی ہے۔

ارے بمتقضائے ظلمات بعضہا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتراست وصرف ہمت بہ سوئے شیخ و امثال اں از معظمین گو جناب رسالت ماب باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاو خر خود است کہ خیال آں باتعظیم دا جلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاو خر کہ نہ آں قدر چسپدگی می بود نہ تعظیم۔ بلکہ مہاں و محقری بود وایں تعظیم و

نماز میں پیش آنے والے خیالات کے مختلف درجے ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں اب یہاں انہی کا بیان لکھا جاتا ہے) تمام وسوسے ایک ہی درجے کے نہیں ہوتے بلکہ **بمصداق بعضہا فوق بعض۔** ان میں فرق مراتب ہے چنانچہ زنا کا خیال اپنی بیوی سے صحبت کے خیال سے زیادہ برا ہے اور اپنی تمام تر توجہ کو ہر طرف سے پھیر کر اپنے شیخ یا کسی اور بزرگ ہستی کی

اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد (صراط مستقیم ص ۷۱ ـ ۷۷)

طرف گو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں لگا دینا۔ یعنی بحالت نماز وہی شغل رابطہ اور شغل برزخ کرنا گاؤخر یعنی اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی دوسری چیزوں کے خیال میں ڈوب جانے سے بہ چند مرتبہ بدتر ہے۔ اس لئے کہ اول تو یہ خیالات غیر ارادی ہوتے ہیں اور آدمی کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ ان کی کوئی عظمت و محبت ہی دل میں ہوتی ہے بلکہ انسان خود بھی ان کو ذلیل و حقیر سمجھتا ہے (اور ان کا خیال آتے ہی ان کو دماغ سے جھٹک دیتا ہے) یہی وجہ ہے کہ جب اس کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ میں نماز میں ہوں تو وہ ان لغو خیالات کو خود ہی دل سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کو دوبارہ صحیح اور استوار کر لیتا ہے جو نماز کا حقیقی منشاء ہے بخلاف اس کے کہ نماز میں اپنے مرشد یا کسی اور بزرگ ہستی کی طرف صرف ہمت کی جائے یعنی اپنی طبیعت کو ہر طرف سے پھیر کر حتیٰ کہ اللہ کی طرف سے بھی ہٹا کر کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے

شیخ یا کسی مکرم و معظم کی طرف لگایا
جائے باالفاظ دیگر شغل رابطہ و شغل
برزخ کی جائے تو یہ بہ نسبت ان
وساوس کے زیادہ مضر ہے کیونکہ اول تو
اس میں اپنے قصد سے حق تعالیٰ کی
طرف سے بھی توجہ کو منقطع کرنا ہوتا
ہے جو مقصد نماز کے بالکل ہی خلاف
ہے)

اور دوسرے یہ کہ انسان خاص کر نمازی مسلمان کے دل میں ان واجب الاحترام ہستیوں کی انتہائی محبت و عظمت ہے لہٰذا جب وہ ان سے لو لگائے گا اور شغل برزخ کی مذکورہ بالا شکل کے مطابق ان کی صورت کو دل میں جمائے گا تو وہ مقدس اور محبوب صورت دل کی گہرائی میں پیوست ہو جائے گی اور تعظیم و اجلال کے وہ جذبات جو نماز کے وقت اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہونے چاہئے تھے اس مقدس ہستی کی اس خیالی صورت سے وابستہ ہو جائیں گے بلکہ قصداً کر دیئے جائیں گے پھر آدمی کی نماز جو سراسر حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کا مرقع ہے وہ غیر اللہ کی تعظیم و تبجیل میں بدل جائے گا اور غیر اللہ کو مقصود اعلیٰ بنا لینا شرک تک پہنچاتا ہے اسی واسطے نماز کی حالت میں یہ صرف ہمت شغل رابطہ شغل برزخ بمقابلہ ان وساوس کے زیادہ مضر اور برا ہے۔

یہ ہے وہ عبارت جس پر اس ناپاک افتراء ن بنیاد ہے رہا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آنا حسب موقع تصور میں لانا تو یہ خاص انعام الٰہی اور قبول نماز کی علامت ہے۔ جس طرح نشان زدہ عبارت سے واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے۔

چوتھا بہتان

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

"سبحانک ھذا بھتان عظیم!"

فرقہ پرستی کی ضلالت میں اندھا ہو کر آدمی قانون انسانی اور آئین شرافت کا بھی پاس

نہیں رکھتا اور اپنے مخالف کو بدنام کرنے کی خاطر بالکل لغو اور جھوٹی باتیں منہ سے نکال دیتا ہے پھر اس کو یہ بھی احساس نہیں ہوتا کہ لوگ میری اس ذلیل ذہنیت سے کیا تاثر لیں گے ناظرین پہلے تقویۃ الایمان کی وہ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں جس پر بنیاد رکھ کر شاہ شہید علیہ رحمہ پر یہ لغو اور جھوٹا بہتان باندھا گیا ہے۔

تقویۃ الایمان کی فصل اول میں شرک کی قباحت و مذمت بیان کرتے ہوئے شاہ شہیدؒ لکھتے ہیں

"واذ قال لقمان لابنہ وھو یعظہ بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم"

فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ لقمان میں' جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور وہ نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنانا اللہ کا بیشک شریک بنانا بہت ہی بڑا ظلم ہے۔

فائدہ:۔ یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہو گی اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(بہتان بندی کی بنیاد اسی آخری فقرہ کو بنایا گیا ہے قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ اس عبارت میں کسی جگہ بھی کسی نبی' ولی کا ذکر آیا ہے؟ صرف اجمالی رنگ میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے ہر زبان میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ اجمالی عنوان اور تفصیلی عنوان میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے مثال کے طور پر قرآن کریم میں کئی جگہ بیان فرمایا گیا ہے کہ انسان کو ذلیل اور ناپاک پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

ثم جعل نسلہ من ماء مھین (سورۃ سجدہ) پھر انسانی نسل کو ذلیل پانی سے بنایا۔

الم نخلقكم من ماء مهین (سورة مرسلات) کیا انسان کی پیدائش بے قدرے ذلیل پانی سے نہیں ہوئی۔

ان آیات میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش ناپاک پانی سے ہوئی ظاہر بات ہے نبی ولی سے لے کر ایک ادنیٰ آدمی اجمالی رنگ میں اسی قاعدہ کے تحت آتا ہے لیکن بایں ہمہ تفصیلی عنوان سے باتخصیص یہ کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ناپاک اور ذلیل پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح سورہ احزاب میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو سارے ڈر گئے اور انہوں نے اس کے تحمل سے انکار کر دیا۔

وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا انسان نے اس کو اٹھالیا وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ امانت الٰہی اٹھانے والے انسانوں میں سب سے اول نمبر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تھے بلکہ دوسروں تک یہ امانت انہی برگزیدہ ہستیوں کے ذریعے پہنچی ہے لیکن تعیین کے ساتھ تفصیلی رنگ یعنی تفصیلی عنوان میں انبیاء علیہم السلام کو ظلوم و جھول کہنا سخت حرام بلکہ صریح کفر ہے الغرض یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ہمیشہ اجمالی اور تفصیلی عنوان کی حیثیت ایک ہی نہیں ہوتی اور لازم نہیں کہ کسی چیز کے تفصیلی عنوان میں کوئی قباحت ہو تو اس کے اجمالی عنوان میں بھی وہی قباحت ہو۔

یاد رہے کہ اس موقع پر شاہ شہید علیہ رحمہ نے اجمالی رنگ میں اتنا ہی کہا ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اس جگہ انبیاء اولیاء اور مقربین کی تفصیل نہیں ہے جبکہ وہ اس موقع پر خالق اور مخلوق کے مرتبہ کا فرق بیان کر رہے ہیں نہ کہ مخلوقات کے باہمی درجوں کا فرق ظاہر کر رہے ہیں تقویۃ الایمان کی عبارت کا حاصل صرف یہ ہے کہ دنیا کے دوسرے باعزت لوگوں' بادشاہوں نوابوں اور شریفوں کے مقابلہ میں چمار جس طرح کم حیثیت اور ذلیل و حقیر

ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمام مخلوق کم حیثیت ہے بلکہ کم تر ہے۔ کیونکہ چمار اور بادشاہ میں بہت سی چیزوں میں اشتراک موجود ہے چمار بھی انسان ہوتا ہے اور بادشاہ بھی چمار بھی ماں کے شکم سے پیدا ہوتا ہے بادشاہ بھی اسی طریقہ سے پیدا ہوتا ہے وہ کھانے پینے کا محتاج ہے تو بادشاہ کو بھی یہی احتیاج ہے۔ جس طرح چمار پر موت واقع ہوتی ہے بالکل اسی طرح بادشاہ کو بھی یہی مزہ چکھنا ہوتا ہے۔ گویا فرق مراتب کے باوجود کئی ایک حیثیتوں سے ان انسانوں میں اشتراک پایا جاتا ہے بخلاف خالق و مخلوق کے کہ مخلوق کے کسی بڑے سے بڑے فرد کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شراکت ہے اور نہ کوئی نسبت۔ الحاصل اس مقام پر مخلوق کا مرتبہ خالق کے مقابلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اب کیا کوئی صاحب ایمان آدمی اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ چمار کے مقابلہ میں بادشاہ یا دوسرے لوگوں کو جو عزت و عظمت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی پیدا کی ہوئی تمام مخلوق پر خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی اس سے بہت زیادہ بلندی اور رفعت حاصل ہے مخلوق مخلوق ہی ہے اور خالق کی شان سبحان اللہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی مخلوق اپنی حیثیت کے لحاظ سے کیسی ہی باکمال کیوں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے کمالات کے مقابلہ میں ہیچ ہے)

یہ بات صرف اسمٰعیل شہیدؒ نے ہی نہیں لکھی بلکہ ان سے پہلے تمام اکابر صوفیاء نے یہی بات واضح طور پر لکھی ہے بطور نمونہ چند اکابر کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے علامہ زرقانیؒ شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔

هو تجريد القلب لله واحتقار ماسواه بالنسبة لعظمته سبحانه والا فاحتقار نحو نبي كفر

تصوف یہ ہے کہ قلب کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالی کر دے اور اس کی عظمت و جلال کے مقابلے میں تمام ماسوا کو حقیر جانے اور یہ حقیر سمجھنا خدا ہی کے جلال و جبروت کے لحاظ سے ہو--- ورنہ نبی اور ان جیسے دوسرے مقربین کو فی نفسہ حقیر جاننا کفر ہے۔

واضح رہے کہ تقویۃ الایمان کی جتنی عبارتوں پر معاندین نے الزام تراشی اور افترا پردازی کی ہے ان میں زیادہ تر وہی ہیں جن میں حق تعالٰی کے مقابلہ میں اس کی مخلوق کی کمتری و بیچارگی ظاہر کی گئی ہے اس لئے کہ تقویۃ الایمان جس طبقہ کی اصلاح کے لئے لکھی گئی ہے وہ وہی طبقہ ہے جو انبیاء اولیاء ائمہ اور شہداء کو خدائی اختیارات کا حامل سمجھتا ہے اور ان کے لئے نذریں اور منتیں مانتا ہے انہی سے مرادیں مانگتا اور حاجتیں طلب کرتا ہے اور ان کو نفع نقصان حتیٰ کہ موت و حیات کا مالک سمجھتا ہے۔
الغرض تمام شرکیہ رسومات میں مبتلا ہو جاتا ہے شاہ شہیدؒ کی اس کتاب کا اصل مخاطب یہی طبقہ ہے اور انہی کی اصلاح کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے اور جو لوگ مقربین بارگاہ ایزدی انبیاء' اولیاء کی عظمت شان کے منکر ہیں ان لوگوں کی اصلاح کے لئے شاہ شہیدؒ نے "منصب نبوت" نامی کتاب رقم فرمائی ہے جو اس موضوع پر مثالی اورانوکھی تصنیف ہے یاد رہے شاہ شہیدؒ کے مخالفین کے تمام الزامات کی بنیاد صرف یہی دو مغالطے ہیں اجمالی اور تفصیلی عنوان میں فرق نہ کرنا اور مقربین بارگاہ ایزدی کو فی نفسہ کمتر سمجھنے اور اللہ تعالٰی کے مقابلے میں کم حیثیت جاننے میں فرق نہ کرنا اور یہی کوتاہ فہمی ہے کہ یہ لوگ جس جگہ دیکھتے ہیں کہ کسی نے اللہ جل جلالہ کے مقابلہ میں مخلوق کو کمتر اور فروتر بتلایا یا ان خاص ہستیوں کو جن کے لئے یہ علم غیب اور قدرت تصرف ثابت کرتے ہیں جب کسی نے ان کو خدا کے مقابلے میں کم علم یا عاجز کہہ دیا تو فوراً ان لوگوں کی طرف سے پروپیگنڈہ شروع ہو جاتا ہے کہ خدا کے مقرب بندوں کی توہین ہو گئی چنانچہ تقویۃ الایمان کی اسی عبارت کو دیکھئے جو زیر بحث ہے اس عبارت میں شرک کی قباحت واضح کرنے کے لئے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ اللہ کی عظمت و شان نہایت بلند و بالا ہے اور اس کے مقابلہ میں ساری مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی انتہائی ذلت و پستی میں ہے لہٰذا اللہ کا حق کسی مخلوق کو دینا ایسی بے انصافی ہے جیسا کہ بادشاہ کا تاج کسی چمار کے سر پر رکھ دینا۔ مولانا شہیدؒ نے اس مثال میں تو ایک انسان (چمار) کا ذکر کیا ہے جبکہ یہی مضمون چند مشہور بزرگوں کی تحریرات میں موجود ہے جن میں انسان سے بھی اور فروتر اور حقیر اشیا کی مثالیں دی

ہیں۔

امام یافعیؒ نے "روض الریاحین کبیر" میں شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ رحمہ کا عقیدہ اور ارشاد لکھا ہے۔

"تمام مخلوقات ملائکہ جن و انس عرش و کرسی لوح و قلم زمین آسمان وغیرہ اللہ جلالہ کی عظمت و کبریائی کے سامنے رائی کے دانے سے بھی حقیر ہیں۔"

پھر خود شیخ شہاب الدین علیہ رحمہ کی مشہور کتاب "عوارف المعارف" میں ذکر بدایت و نہایت میں مرقوم ہے۔

لا یکمل ایمان امرء حتی یکون الناس عندہ کالا باعر

کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک تمام آدمی اس کی نظر میں (عظمت الٰہی کے مقابلہ میں) اونٹ کی مینگنی جیسے نہ ہوں۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کا مشہور قول ہے۔

ایمان کے تمام نشود تاہمہ خلق نزد او ایں چنیں نہ نماید کہ پشک شتر

کسی شخص کا ایمان اس وقت کامل نہیں ہوتا جب تک اس کے نزدیک ساری مخلوق اونٹ کی لیدنی کے برابر نہ ہو جائے۔

اس مضمون کو جتنی وضاحت کے ساتھ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "فتوح الغیب" میں رقم فرمایا ہے۔کسی جگہ اس کی مثال نہیں ملتی۔

تمام مخلوق کو اس شخص کی طرح سمجھ جس کو کسی بادشاہ نے گرفتار کر لیا ہو جس کا ملک بڑا، حکم سخت اور دبدبہ خوفناک ہو بادشاہ اس کو جکڑ کر صنوبر کے درخت پر جو وسیع و عریض تموج زدہ دریا کے کنارے پر واقع ہو سولی

چڑھا دے۔ بادشاہ اپنی عالیشان کرسی پر
بیٹھ کر اپنے ارد گرد تیر کمان اور لاتعداد
ہتھیار رکھ لے۔ پھر ان ہتھیاروں سے
اس گرفتار شدہ شخص پر وار کرے بس
جس طرح اس صاحب وسطوت و
شوکت بادشاہ کے سامنے مصلوب شخص
بے بس اور لاچار ہے اسی طرح تمام
مخلوق خداوند قدوس کے آگے عاجز و
بے بس ہے۔

(عاجز بندوں کو خدائی اختیارات دینے والے بیچارے کیا جانیں کہ خدا کی معرفت والے قلب پر جب اللہ کی عظمت کا انکشاف ہوتا ہے تو ساری مخلوق اس کی نظر میں چمار یا رائی کی طرح ہیچ نہیں بلکہ بالکل معدوم ہوتی ہے)

پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیست اند آنچہ ہستی توئی
(حضرت نظامی گنجویؒ)

حضرت خواجہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں عظمت و عزت و بے نیازی و نظر
کنی ہمہ موجودات عدم بنی

جب تیری خدا کی عظمت و عزت اور بلندی کی طرف نظر ہو تو اس کے مقابلے میں ساری مخلوق معدوم نظر آئے گی۔

دارالتکفیر بریلی کے مفتیان ان اکابر اولیاء کے بارے میں بھی کفر کا فتویٰ صادر فرمائیں گے اور شاہ شہیدؒ کے ساتھ شیخ عبدالقادر جیلانی پر بھی گستاخ رسول کا حکم صادر فرمائیں گے؟

پانچواں بہتان

"حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرنی چاہیئے۔"

اصل حقیقت بیان کرنے سے پہلے چند چیزوں کو ذہن میں کرلینا ضروری ہے۔

۱۔ **اخوت :۔** یعنی بھائی چارہ ایک باپ کے دو بیٹوں یا ایک دادا کے دو پوتوں میں ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی اخ یا اخوۃ کا لفظ آیا ہے وہاں عام طور پر یہی نسبی اخوت مراد ہوتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیاں اخوت ہے یا جس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخریہ انداز میں یہ کہا تھا۔

محمد النبی اخی وصھری وحمزۃ سیدالشھدا عمی	حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بھائی اور سسر ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔

۲۔ **اخوت وطنی اور قومی :۔** جو ایک ملک کے باشندوں یا ایک قوم کے افراد میں ہوتی ہے اور اس اخوت کے لئے دینی وحدت ہونا یا نسبی قرابت ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف وطنی اور قومی اشتراک ہی کافی ہوتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کا بھائی قرآن عظیم میں اسی قومی اخوت کی بنیاد پر کہا گیا ہے۔ حالانکہ ان قوموں کے لوگ عموماً کافر تھے اور اللہ کی طرف سے ان پر عبرت ناک عذاب آئے لیکن کفر کے باوجود صرف وطن اور قومی تعلق کی بنیاد پر انبیاء علیہم السلام کو ان کا بھائی کہا گیا۔

"والی عادا اخاھم ھودا"	ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کا بھائی ہود بھیجا
"والی ثمودا اخاھم صالحا"	ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کا بھائی صالح بھیجا

اسی محاورے میں اہل وطن کو برادران وطن کہا جاتا ہے۔

۳۔ **اخوت دینی و ایمانی :۔** جو ایک دین کے تمام ماننے والوں میں ہوا کرتی ہے اسی

بنا پر قرآن عظیم نے **انما المومنون اخوۃ** سب مومن آپس میں بھائی ہیں اور حدیث شریف میں **المسلم اخوالمسلم** ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ یہ اخوت اپنے مفہوم کے اعتبار سے اتنی وسیع ہے کہ اس کی بنا پر مشرق میں رہنے والا ایک شخص مغربی باشندے کا بھائی ہے اور قطب جنوبی کا رہنے والا قطب شمالی کے مکین کا برادر ہے صرف اس صورت میں کہ ان کا دین ایک ہو۔ یاد رہے اس دینی اخوت کی اعتبار سے باپ اور بیٹے دادا اور پوتے آپس میں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں۔ اسی اخوت کی بناء پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

وددت ان قدرانا اخواننا میری خواہش ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے

اور اسی بنا پر ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا جب تم کعبہ کا طواف کرو۔ **یا اخی اشرکنا فی دعائک** اسی اخوت کی بنا پر حضرت ادریس علیہ السلام نے معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو **مرحبا یا بنی الصالح واخی الصالح** کہا تھا حالانکہ حضرت ادریس علیہ السلام حضور کے اجداد میں ہیں کیونکہ اس اخوت میں نسبی تعلق کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ دینی تعلق کا لحاظ ہوتا ہے۔

اخوت جنسی :۔ یعنی جنس ایک ہو جو تمام بنی آدم میں پائی جاتی ہے اس اخوت کے اعتبار سے تمام اولاد کی ایک برادری ہے اور ہر انسان دوسرے انسان کا باعتبار جنس بھائی ہے جس طرح کہ مشہور حدیث میں آیا ہے۔

کللکم من ادم و ادم خلق من تراب اس جنسی اخوت کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے اور اپنی وسعت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں اور ساری اولاد آدم کو محیط ہے۔

یہ ذہن نشین کر لینے کے بعد تقویۃ الایمان کی وہ اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے جس عبارت پر اس افتراء کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ان حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی نفر من المھاجرین. والانصار فجاء بعیر فسجد لہ قال اصحابہ یا رسول اللہ یسجد لک البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال! اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم (الحدیث)

نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ ایک اونٹ آیا پاس اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو اور آپ کے اصحاب کرام کہنے لگے اے پیغمبر خدا! آپ کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت۔ سو ہم کو بھی ضروری چاہئے کہ آپ کو سجدہ کریں تو آپ نے فرمایا بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عبادت صرف اپنے رب کی کرو اور اپنے بھائی یعنی میری تعظیم کرو۔ چونکہ اس حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس علم نے اپنے الفاظ میں خود کو امتیوں کا بھائی ارشاد فرمایا "شاہ شہید" علیہ الرحمہ نے حدیث کی تشریح کے دوران یہ ضرورت محسوس کی کہ اس اخوت کی وضاحت کریں جو "اکرموا اخاکم" میں وارد ہوئی ہے۔ آیا اس اخوت سے اخوت نسبی مراد ہے یا وطنی و قومی یا دینی ایمانی اخوت مقصود ہے یا جنسی اخوت؟ حدیث میں "اکرموا اخاکم" کا ارشاد "اعبدوا ربکم" کے مقابلہ میں آیا ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید نے یہاں جنسی اخوت مراد ہونے کو ترجیح دی ہے۔ اور حدیث کی اس طرح تشریح لکھی ہے:

"یعنی انسان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے۔"

الزام تراشوں کا اس عبارت میں بڑا دجل و فریب یہ ہے کہ اس میں جو بڑے بھائی کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے نسبی رشتہ دار بڑا بھائی مراد لینا ظاہر کرتے ہیں حالانکہ عبارت مذکورہ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں بھائی اور بڑے بھائی سے جنسی بھائی مراد ہیں مطلب یہ ہوا کہ تمام بنی آدمی باعتبار جنس آپس میں بھائی ہیں۔ ان میں جو

بلند مرتبہ انسان ہیں وہ جنس آدم میں بڑے بھائی ویں ان کی تعظیم اس طرح ہونی چاہئے جس طرح کہ بڑے مرتبہ کے ہم جنس بھائیوں کی لئے لائق و مناسب ہو نہ کہ اللہ تعالٰی جیسی چنانچہ وہ خود (شاہ شہیدؒ) اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء امام زادہ و پیر زادہ یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالٰی نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی۔"

قارئین کرام ! "تقویتہ الایمان" کی اوپر والی عبارت میں کہیں بھی صراحتاً" یا اشارۃ" یہ ذکر آیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ بس نسبی بڑے بھائی کے برابر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صرف نسبی بڑے بھائی جیسی کرنی چاہئے (نعوذ باللہ من ذلک)

اس عبارت کو بار بار پڑھئے اول تو کسی شخصیت کی طرف اشارہ تک نہیں ہے شاہ شہید علیہ رحمہ نے حدیث کی تشریح میں ایک عام اصولی بات بیان کی ہے جو اولاد آدم کے تمام مرتبہ صاحب عظمت افراد کے لئے ہے پھر اصول بھی ایسا جس کا ہر جزو نصوص شریعت کے موافق اور امت مسلمہ کا مسلمہ اور متفقہ ہے اگر اس عبارت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ اجزاء برآمد ہوں گے۔

۱۔ سب انسان بڑے ہوں یا چھوٹے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۲۔ اللہ کے عاجز بندے ہیں۔

۳۔ ان میں جن کو اللہ نے بڑے مرتبے دیئے وہ بڑے بھائی ہیں۔

۴۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔

۵۔ ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ کہ خدا کی سی۔

ان حقائق میں سے کسی حقیقت کا کوئی مسلمان انکار کر سکتا ہے کیا ہم سب آپس میں جنسی بھائی نہیں ہیں--- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ میں گواہ ہوں کہ سب بندے بھائی بھائی

ہیں

کیا سب انسان خدا کے سامنے عاجز نہیں ہیں؟ کیا ان کا وجود اور ان کے سارے کمالات اللہ تعالیٰ کے عنایت کردہ نہیں ہیں؟ کیا وہ ایک لحہ کے لئے بھی خدا سے بے نیاز ہو سکتے ہیں؟ جب سارے انسان آپس میں جنسی بھائی ہیں تو کیا جن کو بڑے مرتبے عطا ہوئے وہ بڑے بھائی نہیں ہیں؟ کیا ہم ان کے چھوٹے نہیں ہیں؟ کیا ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا گیا؟ کیا ان کی تعظیم بڑے درجہ والے انسانوں کی سی نہیں بلکہ خدا کی سی کی جائے؟

آخر اس تقویۃ الایمان کی عبارت میں کون سی چیز قابل اعتراض ہے "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے سردار ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں" (تقویۃ الایمان صفحہ ۷۳)

پھر چار صفحات کے بعد ایمان بالرسول کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اور اللہ کے رسولؐ پر یقین لانا یہ ہے کہ اس کو رسولؐ اللہ کا اور بندہ مقبول --- سب مخلوق سے کمالات اور خوبیوں میں افضل جانے اور جو بات رسولؐ فرمادے اس کے بجا لانے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سمجھے اور رسولؐ کے حکم کو سب مخلوق کے حکم سے مقدم کرے اور اسمیں اپنی عقل ناقص کو دخل نہ دے اور اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی کا حکم نہ مانے اور اس کے فرمودہ کو برحق جانے پھر اس بات میں ایسا مضبوط ہو جائے کہ کبھی شبہ نہ آئے۔" (تقویۃ الایمان صفحہ ۷۵)

انصاف کیا جائے کیا نسبی بڑے بھائی کے یہ حقوق ہوتے ہیں؟ کیا بڑے بھائی کا یہ درجہ ہوتا ہے؟ کیا بڑے بھائی پر اس طرح ایمان لانا ضروری ہوتا ہے؟--- پون صدی سے اس افتراء کی اشاعت و تشہیر کی جا رہی ہے اور فرقہ واریت کی ضد میں مبتلا ہو کر اپنی عاقبت برباد ہونے کے خوف اور بہتان بازی پر خدا کی طرف سے سخت عذاب کے احساس سے یکسر عاری ہو چکے ہیں اور اس جھوٹے اور بے بنیاد الزام پر آج تک یہ پروپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ وہابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کے

برابر سمجھتے ہیں اور سادہ لوح عوام ہیں کہ بغیر تحقیق و جستجو کیا اندھا دھند یقین کئے چلے جا رہے ہیں۔

چھٹا بہتان

"حضور علیہ السلام کے بارے میں لکھا کہ میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

اصل حقیقت: شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں توحید کی خوبی اور شرک کی قباحت سمجھانے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ وہ رد شرک اور اثبات توحید کے سلسلہ میں پہلے قرآن عزیز کی آیت یا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں پھراس کا ترجمہ پھر ف (یا فائدہ) لکھ کر اس کے مطلب کی وضاحت اور تشریح کرتے ہیں چنانچہ اسی طریقہ پر شاہ شہیدؒ نے اللہ کے سوا کسی مردہ یا زندہ ہستی کو سجدہ کرنے کی ممانعت اور حرمت ثابت فرمائی ہے چنانچہ بحوالہ مشکوۃ شریف پہلے انہوں نے قیس بن سعدؓ کی حدیث نقل کی ہے پھر لفظی ترجمہ لکھا ہے اور اس کے بعد "ف" لکھ کر مزید تشریح کی ہے حدیث کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق ان یسجد لک فقال اریت لو مررت بقبر اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعل

قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ تھا سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر۔ کیا تو سجدہ کرے اس کو۔ کہا

میں نے نہیں تو فرمایا مت کر۔ (تقویۃ
الایمان ص ۵۷ مطبوعہ رحمانی پریس
دہلی)

حدیث کے الفاظ اور لفظی ترجمہ آپ کے سامنے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیسؓ نامی صحابی حیرہ شہر گئے وہاں انہوں نے لوگوں کو اپنے راجہ کو سجدہ کرتے دیکھا کہ وہ اس طرح اپنے حاکم و سردار کی تعظیم بجا لاتے ہیں صحابی کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہمارے ہادی و مرشد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ تو بہت ہی بلند ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق اس سے کہیں زیادہ ہے کہ سجدہ کے ذریعے آپ کی تعظیم کی جائے چنانچہ جب وہ مدینہ واپس آئے تو انہوں نے اپنا مشاہدہ اور خیال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گویا انہوں نے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیسؓ سے پوچھا تم یہ بتاؤ کہ میری وفات کے بعد میری قبر کو سجدہ کرو گے جواب میں انہوں نے کہا کہ قبر کو تو میں سجدہ نہیں کروں گا آپ نے فرمایا اس طرح اب بھی نہ کرو۔ اب سوال پیدا ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سوال سے کیا مقصد تھا کہ میری وفات کے بعد تم میری قبر کو سجدہ کرو گے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو کیا بتانا چاہتے تھے اس حدیث کی شرح کرنے والے شارحین نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قیسؓ سے سوال کر کے ان کو یہ بتانا چاہا کہ میں تو بندہ اور فانی ہوں آج زندہ ہوں اور زمین کے اوپر چل پھر رہا ہوں ایک دن زندگی ختم ہو جائے گی تو قبر میں دفن ہو جاؤں گا پھر تمہارا کبھی میری قبر پر سے گذر ہو تو اس وقت تم مجھے سجدہ کے قابل نہ سمجھو گے اب بھی سمجھ لو کہ فانی ہستی کو سجدہ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے سجدہ تو صرف اس حی وقیوم کا حق ہے جس کے لئے کبھی بھی موت اور فنا نہیں ہے۔ چنانچہ لو مررت بقبری کا منشاء اور مقصد ملا علی قاری حنفیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اظہار لعظمتہ الربوبیتہ واشعار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لمذلتہ العبودیتہ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

نے شان ربوبیت کی عظمت و رفعت ظاہر کرنے کے لئے اور شان عبودیت کی پستی بتانے کے لئے قیسؓ سے یہ سوال کیا تھا۔

علامہ طیبیؒ سے ان الفاظ کی شرح اس طرح نقل کی گئی ہے۔

ای اسجد للحی الذی لا یموت ولمن ملکہ لا یزول فانک تسجللی الان مہابتہ واجلالا واذا صرت رھین رمس امتنعت عنہ (مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۴۶۹ ج ۳)

سجدہ صرف اس زندہ و جاوید ہستی کو کرنا چاہئے جس کے لئے کبھی فنا اور موت نہیں اور جس کی بادشاہت کو کبھی زوال نہیں اس وقت تم مجھے صرف میری ہیبت و جلالت سے مرعوب ہو کر سجدہ کرنا چاہتے ہو جب میں مرنے کے بعد قبر میں رکھ دیا جاؤں گا تو تم مجھے خود سجدہ نہ کرنا چاہو گے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیے جو بات شارحین حدیث ائمہ کرام پہلے لکھ گئے ہیں۔ بعینہ وہی بات شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے عام فہم سادہ الفاظ میں حدیث ہذا کی اس تشریح میں رقم فرمائی ہے "یعنی میں بھی فوت ہو کر ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں سجدہ تو اس ذات پاک کو ہے کہ نہ مرے کبھی" (تقویتہ الایمان)

یہی وہ فقرہ ہے جس پر بنیاد رکھ کر مفتری دشمنوں نے شاہ شہید علیہ رحمہ پر بہتان باندھا ہے ان لوگوں نے عوام میں یہ تاثر پیدا کیا ہے کہ شاہ شہیدؒ معاذ اللہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کے مٹی ہو جانے کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور صریح بہتان ہے اس لئے کہ اصل عبارت میں "مٹی میں ملنے" کا لفظ ہے مٹی ہو جانے کا لفظ نہیں ہے مٹی میں ملنا قدیم اردو زبان کا ایک محاورہ ہے جو قبر میں دفن ہونے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اردو کے مستند لغات "نور اللغات" اور "فرہنگ آصفیہ" دونوں کتابوں میں "مٹی میں

ملنے" کے ایک معنی دفن کرنا لکھے ہیں اور تائید کے لئے ایک شعر بھی درج کیا ہے۔

نسیم اعداء سے شکوہ کیا پس از مرگ
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملایا

یہاں مٹی میں ملایا کا معنی سوائے قبر میں دفن کرنے کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔
"فیروز اللغات" میں بھی "مٹی میں ملنے کا" معنی قبر میں دفن کرنا یا ہونا لکھا ہے (فیروز اللغات صفحہ ۱۰۵۲)

حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے ہادی و مرشد جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء مبارک کو اپنے عام فہم سادہ الفاظ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک پہنچانے کی یہ سعادت حاصل کی ہے لیکن ناعاقبت اندیش لوگوں نے اسے ذریعہ طعن و تشنیع بنا لیا ہے ایسے لوگوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

ساتواں بہتان

"شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے زیادہ ہے۔"

اصل حقیقت: براہین قاطعہ مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی جس عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹا کر اس افتراء کی بنیاد بنایا گیا ہے اس کی وجہ تحریر یہ ہے کہ مولوی عبدالسمیع بریلوی میرٹھی نے "انوار ساطعہ" کتاب لکھی اور حسب عادت بریلوی طائفہ شاذ اور موضوع روایات کا سہارا لیا اور قیاس اور محض اٹکل سے یہ لکھا کہ جب آنحضرتؐ شیطان اور ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس افضلیت کے اپنے اندر خود ساری زمین کا علم پیدا نہیں کر سکتے اس نقطہ پر کلام کرتے ہوئے مولانا خلیل احمد مرحوم نے یہ کتاب لکھی تھی۔ انہوں نے یہ لکھا۔
چنانچہ اس بحث کی پہلی سطر یہ ہے۔
"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر آدم علیہ السلام کو اور سب مخلوق کو جس قدر

علم حق تعالٰی نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے کہ عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالٰی کی بندہ میں نہیں اور جو کچھ وہ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں ہے پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی (یعنی جس وسعت کو میرٹھی صاحب نے روایات سے ثابت کیا ہے) اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں ہے دیکھئے علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر علیہ السلام کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے برابر بھی اس علم مشافہ کو پیدا نہ کر سکے۔ یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوند قدوس کوئی صفت کمال مفضول سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکتے بلکہ جس کو جو کچھ ملے گا اللہ تعالٰی سے ہی ملے گا" (براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ تا ۵۳)

"الغرض شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بہ عطائے خداوندی حاصل ہے جیسا کہ میرٹھی صاحب کی پیش کردہ روایات سے ثابت کیا گیا یعنی علم ذاتی فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا یعنی اس اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیطان اور ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی افضلیت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے محض قیاس اور اٹکل ہے شیطان اور ملک الموت کے بعض مواقع زمین کی علمی وسعت بہ عطائے خداوندی حاصل ہونے سے یہ ثابت کرنا کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زمین کا ذاتی علم محیط حاصل ہے قیاس فاسد اور محض اٹکل ہے۔"

قارئین کرام بہ نظر انصاف دیکھیں کہ میرٹھی صاحب کے قیاس کو قیاس فاسد اور اٹکل محض کہنے سے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہونا کس لفظ سے مستفاد ہے۔

۲۔ شیطان اور ملک الموت کے لئے زمین کے بعض مواقع میں وسعت علم ثابت ہونے سے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم سے زیادہ ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ اصولی بات ہے کہ ایک وسیع العلم ہستی کے مقابلہ میں کسی خرد کے لئے کسی خاص شعبہ میں علمی وسعت تسلیم کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فرد اس وسیع العلم ہستی کے علم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اس بات کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں جرمن انجینئر تعمیرات کے بارے میں امام بخاریؒ سے وسیع علم رکھتا ہے یہ کہنے سے کوئی عقلمد آدمی یہ نہیں سمجھے گا کہ وہ انجینئر امام بخاریؒ سے زیادہ علم رکھتا ہے بالکل اسی طرح مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے کلام سے شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ بہتان عبارت کا سیاق و سباق سے ہٹا کر محض عناد کی بنا پر افترا کیا گیا ہے۔

سلیم الطبع لوگوں کے لئے مقام فکر

باشعور اور سوچ فکر رکھنے والا انسان یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے کہ اس نوع انسانی میں حق شناس حق طلب اور دین حق کو قبول کرنے والے آدمیوں کے خلاف بہتان تراشی، فتنہ انگیزی اور دشنام طرازی کا آخر سبب کیا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ کی وحدانیت اور اس کی بھیجی ہوئی نورانی تعلیمات کو اپنی زندگی میں رہنما بناتا ہے وہ اہل دنیا کی نظر میں برا اور ان کے سب و شتم کا نشانہ بن جاتا ہے؟ اس کو اس کی اپنی ہی سوسائٹی میں کوئی اذیت پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی اس کو بدنام کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے قرآن عزیز کی حکیمانہ تعلیمات نے جس طرح انسان کی ہر موڑ پر صحیح رہنمائی کی ہے اس نے اس بارہ میں بھی نہ صرف یہ کہ اس حیرانی کا سبب بتایا ہے بلکہ اس سلسلہ میں سبق آموز اور عبرت انگیز معلومات بھی فراہم کی ہیں اس نورانی ہدایت نامہ نے بتایا ہے کہ خالق کائنات کی طرف سے عقل و شعور کی بے پایاں دولت مل جانے کے باوجود اس نوع انسانی میں اکثریت ایسے افراد کی موجود رہی ہے۔ زمانہ قدیم میں بھی اور زمانہ جدید میں بھی جنہیں اپنے خالق اور

معبود برحق کی صحیح معرفت اور اس کی عظمت و کبریائی کا شعور اور اس کے اعلیٰ کمالات پر کماحقہ' ایمان لانے کی سعادت حاصل نہیں ہوتی ان کا عزم و ارادہ اور طلب و توجہ مبالغہ آمیز تعظیم کی وجہ سے صلحا پرستی میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کو جس درجہ تعلق جس قسم کا عجز و نیاز اور اعلیٰ مرتبہ کی محبت اور خشوع خضوع سے التجا درکار ہے اس کا رخ دوسری طرف بدل جاتا ہے اس انسانی طبقہ کی قرآن عظیم میں اس طرح نشاندہی کی گئی ہے۔

وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون	ان کی اکثریت اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کے ساتھ شرک کرنے والی ہے۔

یہ انسانی طبقہ اللہ جل شانہ کو خالق رب اور عظیم خدا تسلیم کرنے کے باوجود اس کے مقرب بندوں میں گھرا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ہر قسم کی حاجتیں اور مرادیں انہی سرکاروں سے مانگتے ہیں انہی کو حاجت روا اور مشکل کشا کہتے ہیں اٹھتے بیٹھتے ان کا نام لیتے ہیں۔ الغرض پوجا اور پرستش کے تمام امور ان کے ساتھ وابستہ رکھتے ہیں اور ان کا ذہن خدا کے ارحم الراحمین ہونے کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ وثنیت (یعنی بندہ پرستی) کی تاریکی میں بھٹکتا پھرتا ہے یاد رہے ان کی اس ساری مذہبیت کی بنیاد کوئی شرعی سند یا قوی دلیل نہیں ہوتی بلکہ مقربین بارگاہ حق تعالیٰ کے بارے میں چند صحیح واقعات کے ساتھ پچاسوں من گھڑت کہانیاں اپنے بڑوں سے سنی ہوئی حکایتیں پھر ان پر اپنی اپنی افتاد طبع کے باعث مبالغہ آمیز رنگ آرائی یہ سب چیزیں مل کر آدمی کا ایک ذہن بناتی ہیں جس کو قرآن نے اھواء (دل چاہی) کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون (سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۱۴)	اے نبی اگر آپ ان لوگوں کی اکثریت کی خواہش (دل چاہی) پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے وہ تو محض گمان پر

چلتے ہیں اور قیاس ارائیاں کرتے ہیں۔

وان کثیر الیضلون باھوائھم بغیر علم وان ربک ھو اعلم بالمعتدین
(سورۂ انعام آیت نمبر ۱۱۹)

لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں۔ ان حد سے گذرنے والوں کو تیرا رب خوب جانتا ہے۔

ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین○

اور اس شخص سے بڑھ کر کون زیادہ گمراہ ہو گا جو خدائی ہدایت کے بغیر خواہش نفس کی پیروی کرے۔

ان ارشادات الہیہ کا حاصل یہ ہے کہ جنس انسانی میں اکثریت ان افراد کی رہی ہے جو اپنی خواہش نفس یا دل چاہی کی بنا پر انبیاء اولیاء کی تعظیم میں مبالغہ آرائی کر کے اپنے ذہن میں ایک تصور قائم کر لیتے ہیں کہ براہ راست ہم اپنی حاجات خدا سے نہیں مانگ سکتے بلکہ اللہ کے پیارے اور مقرب بندوں کی وساطت سے خدا سے لیں گے۔ قرآن عزیز نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے۔

ویقولون ھولاء شفعاءنا عنداللہ

اور کہتے ہیں کہ یہ بارگاہ الٰہی میں ہمارے سفارشی اور وسیلے ہیں

اور ان کے اس ذہن کی قرآن عظیم نے دوسری جگہ یوں عکاسی کی ہے۔

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی

یعنی ہم جو ان کی تعظیم و پرستش کرتے ہیں خدا کی خوشنودی اور قرب الٰہی ہی کے لئے کرتے ہیں۔

اس طرح ان کی توحید میں شرک کی آمیزش ہو جاتی ہے یہ ان پہلوں کی روش جو نزل قرآن کے وقت موجود تھے اب بھی یہی ذہن لوگوں میں کار فرما نظر آتا ہے کوئی کہتا ہے۔

تیرا دربار دربار مصطفائی ہے

میری بگڑی بنا داتا تونے لاکھوں کی بنائی ہے

اور کوئی دوسرا یہ کہتا ہے۔

حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہے
ہمیں در پہ خواجہ کے سجدہ روا ہے

اور کوئی یہاں تک مبالغہ کرتا سنا جاتا ہے۔

زمین آسماں عرش و کرسی بحکمش
علی داں علیٰ کل شئی قدیرا

(زمین آسمان عرش کرسی اس کے حکم سے قائم ہیں علیؓ کو ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا سمجھو)

میرے پاس ایک مخطوطہ موجود ہے جس میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا ہے مخطوطہ ہذا کا کاتب حافظ نظام دین لکھتا ہے۔

حضرت فرید الدین مسعود کے سو نام ہیں جو شخص ان ناموں کو پڑھے اس کی ہر حاجت پوری ہو جاتی ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

حضرت ایشان را یک صد نام است ہر کہ ایں ھارا خاند ہر حاجت او روا شد

حضرت کے سو نام ہیں جو بھی انہیں پڑھے اس کی ہر حاجت پوری جو جاتی ہے۔

ان مین سے کچھ نام یہ ہیں۔

واصل فرید، فاضل فرید، دم فرید، قدم فرید، اول فرید، آخر فرید، ظاہر فرید، باطن فرید، یحییٰ فرید، میت فرید، نوراللہ فرید، نظر اللہ فرید، مشکل کشا فرید، قاضی الحاجات فرید

مخطوطہ صفحہ ۴۲ مصنفہ حافظ نظام دین

ان چوداں میں سے نمبر پانچ سے نمبر دس تک پھر نمبر ۱۳، ۱۴ پر ذرا غور کیا جائے ہر چیز سے پہلے۔ ہر چیز سے پیچھے ہر چیز میں اس کی قدرت کا ظہور ہر مخفی چیز میں اس کی مہربانی کارفرما۔ زندگی بخشنے والا فرید موت لانے والا فرید، مشکلیں حل کرنا ان کا کام اور قاضی

الحاجات وہی ہیں۔

اندازہ کیجئے کہ وہ خاص صفات جو حق تعالیٰ کی عظمت و رفعت اور اس کی قدر و منزلت کا مظہر ہیں اور ان کا اطلاق ذات باری کے لئے مخصوص ہے کس بے خوفی سے بندگان خدا میں بانٹ دی جاتی ہیں۔

تعالی اللہ عما یقول الظالمون — اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی باتوں سے بہت بلند ہے

قرآن عزیز جو نور ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ ہے صاف صاف ان گمراہیوں کی نشان دہی کرتا ہے جن میں پڑ کر ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ خدا کے غضب کے مستوجب بن چکے ہیں اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو ان سے بچنے کی پوری تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ پارہ نمبر۶ سورۂ مائدہ آیت نمبر۷۷ ارشاد ربانی ہے۔

قل یا ھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا واضلوا کثیرا — اے حبیب آپ فرما دیں کہ اے اہل کتاب اپنے دین کی باتوں میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی جو خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی اکثریت کو گمراہ کر گئے' پیروی نہ کرو۔

ایسے بزعم خویش خوش عقیدہ لوگ انبیاء اولیاء کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم کا صحیح حق ادا کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں ان کا یہ دعویٰ صداقت پر مبنی نہیں ہے اس لئے کہ تمام انبیاء اولیاء نے اپنے اپنے مخاطب لوگوں کو اللہ کی توحید اور وحدانیت کی دعوت دی ہے اور اس کی بڑائی کے ترانے گائے ہیں۔ خاص کر ہمارے رہبر کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ میں امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کو ارشاد فرمایا۔

واذا سئالت فاسئال اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامتہ لو — جب مانگو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو صرف اللہ سے اور دل میں

اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتب اللہ لک وان جتمعوا علی ان یضروک بشئی

یہ یقین جما لو کہ ساری امت جمع ہو کر بھی تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی بجز اس کے جو قدرت نے تری قسمت میں لکھا ہے اور ساری امت جمع ہو کر تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتی بجز اس کے جو قدرت نے تمہارے نصیب میں لکھا ہے اس حدیث کے بارہ میں شاہ جیلانی رحمہ اللہ نے رقم فرمایا کہ ہر مسلمان کو چاہئے یہ حدیث شریف تختی پر لکھ کر ہر وقت اپنے گلے میں لٹکائے رہے کیونکہ یہی عقیدہ ذریعہ نجات ہے۔

پھر سردار اولیاء امام اہلحدیث حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بوقت وفات اپنے بیٹے کو یہ وصیت کر گئے ہیں۔

قال ابنہ عبد الوھاب اوصنی بما اعمل بہ بعدک فقال علیک بتوکل اللہ ولا تخف احدا سوا اللہ ولا ترجوا احدا سوا اللہ ولا تتق باحد غیر اللہ وکل الحوائج الی اللہ التوحید التوحید اجماع الکل

بوقت وفات صاحبزادہ عبدالوہاب نے عرض کی ابا جان مجھے وصیت فرمائیں جس پر میں آپ کے بعد عمل پیرا رہوں تو ان کے جواب میں حضرت نے فرمایا ماسوا اللہ کے مت ڈرو سوا اللہ سے کوئی امید قائم نہ کرو اور غیر اللہ پر کسی حال بھروسہ نہ کرو اپنی تمام حاجات اللہ کے سپرد (اسی کی جناب میں پیش) کرو توحید پر جمے رہو توحید ہی ذریعہ نجات ہے۔ توحید پر سب کا اجماع ہے (تکملہ فی ذکر للحفات پر

حاشیہ غنیۃ الطالبین ص ۹۰۵)

الغرض مقربین بارگاہ حق تعالیٰ اپنے قول و عمل سے من چاہی نہیں بلکہ خدا چاہی زندگی بسر کر کے لوگوں کے سامنے نمونہ پیش کرتے آرہے ہیں کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی راہ یہ ہے اوراسی راہ پر چلنا ہی بزرگوں کی تعظیم و محبت کا اصل معیار ہے لیکن راہ ہدایت سے بھٹکی ہوئی نوع انسانی انبیاء اولیاء کی قولی و فعلی نورانی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر بالکل اس کے برعکس سرکار پرستی اور یادگار پرستی کے راستہ پر پڑ کر اپنی نجات چاہتے ہیں اور انبیاء اولیاء کی تعظیم و تکریم اور ان کی محبت و عقیدت اسی کو معیار سمجھتے ہیں پھر جو اللہ کا بندہ اس کے سامنے خالق کائنات کی خالص توحید اور اس کے اسماء و صفات کی وضاحت کرے اور اس کے حقوق و اختیارات کو بیان کرے تو وہ ان کے نزدیک منکر انبیاء و اولیاء بلکہ ان کا دشمن قرار پاتا ہے۔ ان کی اس ذہنیت کا یہ حال ہوتا ہے۔

اذا ذکر اللہ وحدہ اشمارت قلوب الذین لا یومنون بالاخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون	جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے لوگوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے سامنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی نہایت شیریں زبان میں اللہ وحدہ لا شریک کا ذکر کریں تو یہ نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں سورۃ بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵ میں ارشاد ربانی ہے۔

واذا ذکرت ربک فی القران وحدہ ولوا علی ادبارھم نفورا	جب آپ قرآن کی زبان میں اکیلے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کر کے الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔

ان اہل اہواء کی ہوا یعنی من چاہی ہوا پرستی اور مبالغہ آمیز عقیدت حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی سردار کائنات ہستی کو بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

کا دشمن قرار دیتی ہے اور اسی طرح آپ کے سچے متبع اکابر کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور دشمن اور بزرگوں کا منکر اور بدعقیدہ قرار دینے میں باک نہیں سمجھتے ان کا زمانہ مقام اور نام گو مختلف ہوں لیکن ذہنیت اور ہوا پرستی میں راہ سب کی ایک ہے۔

تشابہت قلوبھم یعنی دل سب کے ملتے اور مشابہ ہیں۔

مکہ مکرمہ میں رہائش رکھنے والا ایک قریشی ابو جہل لعین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کرتے دیکھتا ہے وہ ابو جہل کو ملامت کرتا ہے۔

اتصافح الصابی الذی صباعن دین ابینا ابراھیم کیا تم بدعقیدہ منکر ابراہیم سے مصافحہ کررہے ہو۔ (تفسیر السنار ص۴ ج۷)

چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ آج عیسائی مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منکر بلکہ دشمن قرار دیتے ہیں اور اسی طرح شیعہ اہل سنت کو منکر کہتے ہیں اور اسی طرح بزعم خویش عشق رسول کے دعویٰ دار لوگ اہل توحید کو دشمن مصطفیٰ اور گستاخ رسول کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتے۔ اللہ ہدایت دے کیا باایمان کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی اپنے نبیؐ کا نعوذ باللہ دشمن بھی ہو سکتا ہے لیکن کچھ لوگوں کا لٹریچر ہمارے سامنے ہے اور وہ ایسے نفرت انگیز کلمات کہنے سے بالکل احتیاط نہیں کرتے۔

"وہابی فرقہ" نامی کتاب کے سرورق پر یہ شعر لکھا ہے۔

اے میرے عبدالمصطفیٰ تیرا قلم
دشمنان مصطفیٰ کے حق میں شمشیر ہے

اور بڑی حسرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اہل توحید کو دشمن مصطفیٰ ثابت کرنے کے لئے کیا کیا دجل و فریب اختیار کئے گئے ہیں اور اس مقصد کی خاطر کتنے اوراق سیاہ کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا گیا ہے۔ جس ہادی برحق اور رہبر کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے مجمع میں یہ تلقین فرمائی تھی۔

لا تطرونی کما اطرت النصاری میرے بارہ میں مبالغہ نہ کرنا جیساکہ

المسیح ابن مریم انما انا عبدہ ولکن قولوا عبداللہ ورسولہ

نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کیا تھا میں تو اس کا بندہ ہوں اور لیکن تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (بخاری شریف جلد ا ص ۴۹۰)

اور اسی مضمون کو ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بر سر منبر اثنائے خطبہ بیان کیا تھا لیکن افسوس صد افسوس آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک حصہ اس ارشاد نبویؐ کی مخالفت کر رہا ہے چنانچہ کوئی یہ کہتا ہے۔

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
جو خدا سے ملنا چاہے محمدؐ کو خدا جانے

اس طرح کی کئی تحریرات ہمارے سامنے ہیں جن میں محض مبالغہ آرائی کر کے انبیاء اولیاء کو خالص صفات خداوندی سے متصف کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔

الغرض دنیا میں حق و باطل رہے گا اور ان کے پیرو کار بھی دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ ہر آدمی پر لازم ہے کہ اپنی عقل وصلاحیت سے کام لے اور خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت اور حبیب خدا کی لائی ہوئی شریعت کو پہچانے اور اس کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے اسی بنا پر ہم نیک دل مسلمانوں سے جو اپنے پہلو میں دردمند دل رکھتے ہیں اور اپنے اندر خدا خوفی کا وصف رکھتے ہیں اور قیامت کی برحق عدالت میں پیش ہونے اور بھلے یا برے اعمال پر جزا سزا ملنے کا یقین رکھتے ہیں ہم ان سے اپیل کرتے ہیں کہ ایسے کذب و افتراء پر مبنی پروپیگنڈے کرنے والے مسلمانوں میں منافرت اور فرقہ ورانہ اشتعال پیدا کرنے والے لوگوں کو پہچانیں اور محض خالی خولی عشق رسولؐ اور تعظیم بزرگان کی آڑ میں مسلمانوں میں باہمی روا داری اور معاشرتی محبت آمیز میل جول ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے اس دجل و فریب سے بچیں۔

الحذر۔ الحذر (بچو' بچو' بچو)

مسلمانوں میں تحزب' گروہ بندی اور ان کا فرقوں میں تقسیم ہونا کتنا گناہ عظیم ہے اس بارے میں ایک ارشاد خداوندی اور ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی

ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا لست منهم فی شئی انما امرهم الی اللہ ثم ینبئهم بما کانوا یفعلون

جن لوگوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں ان کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ (سورۃ انعام پارہ ۸ آیت ۱۵۹)

اور اس آیت کریمہ کی تفسیر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے

عن عمر بن الخطابؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعائشہ یا عائشہ ان الذ ین فرقوا د ینهم وکانوا شیعاهم اصحاب البدع واصحاب الاهواء واصحاب الضلالته من هذه الامته لیست لهم توبته یا عائشه ان لکل صاحب ذنب توبته الا اصحاب البدع واصحاب الاهواء لیست لهم توبته انا منهم بری وهم منی براء (الحدیث)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گروہ گروہ بن گئے یہ بدعت کرنے والے لوگ یہ خواہش نفس کے پیروکار لوگ ہیں یہ گمراہ ہیں ان کو توبہ نصیب نہیں عائشہؓ! ہر گناہگار کی توبہ متوقع ہے لیکن اہل بدعت اور اہل اہواء کی توبہ نہیں ہے میں ان سے دور اور بیزار اور وہ مجھ سے دور اور بیزار (بیہقی شعب الایمان' امام طبرانی' بحوالہ تفسیر المنار)
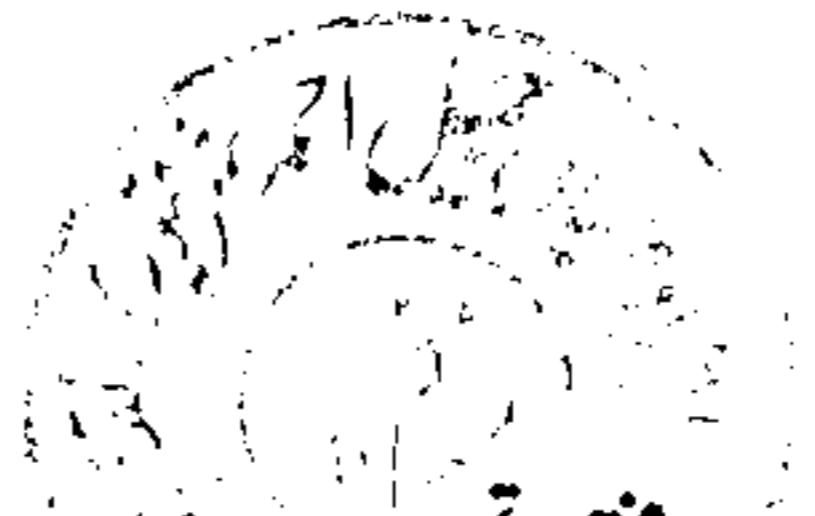
یہ مختصر تحریر میں نے بسادہ دل عامتہ المسلمین کی خیر اندیشی کے جذبے سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی ہے تاکہ وہ بے خبری میں امت کے صلحاء اور اکابر اولیاء اللہ پر بدگمانی میں مبتلاء ہو کر اپنی عاقبت کو نقصان نہ پہنچائیں اور جو لوگ فرقہ وارانہ عصبیت کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کو خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی متاثر نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کی ساری امت پر رحم فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے' آمین ثم آمین۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ

اور دیگر اکابر پر بہتانات اور اُن کا

تحقیقی جائزہ

مُرتبہ

مولانا محمد یحییٰ شرقپوری

شائع کردہ

جمعیت اہلحدیث شرقپور